



PARHLO PAKISTAN



اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM



نیکوین پائیدار کاسٹرو

اور اس کی غلط فہمی دور کر لی۔
 کھلے سب سے جہتی ہیں کہ اس کی چادر خضر نے نہیں نکالنے پہنچائی تھی اس کی تائی تک۔

ممکن حاتم سے کہتا ہے کہ میں کسی کو لے آؤں گا لیکن دو وعدہ کریں کہ کسی کی جان نہیں لیں گے۔ حام وعدہ کر رہے ہیں۔ شمر نے اس کے انصاف کو مجبور رہ کر تائبہ کے گھر دوبارہ حاتم سے لیکن اس کو وہاں تالا لگا رہا ہے۔

خضر اپنے ابا کے دوست کی عیادت کے لیے ہاسپٹل جاتا ہے تو اسے وہاں ثانیہ رولی ہوئی مٹی ہے وہ اس

ان کا یہ ادراک اس لئے ہے۔

سے جاتے ہیں۔

”آپ ان کی فائل مجھے لادیں، میں ابھی آیا

ان کا اپنی ماؤں پر..... بہت سے لوگ حیران رہ گئے۔



”بلکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

”مگر تیرے کچھ کھاتے تو ہرگز نہیں آتے۔“

”اس کی ضرورت صرف مریم کو نہیں آپ کو

رہیں گی تو مریض کی دیکھ بھال کر لیں گی۔“ خنر

واقعی اسے بڑے بھائیوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔

”کچھ مہینے گزر گئے، سال بھر کا وارنٹ ہوائے

یہ سچ ہے، اس لیے یہاں وارڈ ہوا ہے
کو اپنا نمبر دیا ہے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو بلا جھجک بتانا۔

میں دوبارہ خیریت پوچھنے آؤں گا۔ ہوں؟“ فخر

100



سراے میں سوئے گی۔

کے بارے میں سوچیں۔

کرم الہی کے خون کے سمیٹنے کے لیے گیا تھا۔ وہی وارڈ

وہ اپنے واپس آیا تو اس نے ہاتھ میں برسم الہی کی کال

ہمیں۔ اور ایک ہی وجہ یہ کہ۔ جن انجیکشنز پر

س کے ساتھ درکار تھے۔ وہاں ایم ایس کے باریک

”.....“ ”نہ ہوا جیسے کالو تھا۔“

”جو سر آپ کے ساتھ تھے انہوں نے دی

..... اور پی سی آر ٹیسٹ کے لیے بلڈ بھی لیں

دے دیا گیا ہے۔ رپورٹ جلد مل جائے گی..... آپ

کوئی مسئلہ، پریشانی ہو تو مجھے بتائیے گا۔ میری مائیں

عائشہ حیرانی سے سنتی رہ گئی تھی۔ وہ چلا گیا تو چند

015

arhlo.com.p

part



with free version of Watermark

to.com.p

چاہیے عجیب سے احساسات میں گر گئی تھی اور وہ
کھڑکی سے راہداری کے آخری سرے تک اس
ڈرائیو کوٹ میں لمبوں شخص کی پشت کو گھسی پھلی محسوس
ہو رہی تھی۔

کچھ لوگ سنتے مہربان ہوتے ہیں دل کے
ادشاہ..... جہاں اپنوں کی بے حسّی بھی جاری
ہو..... وہاں ایسے لوگ اسی طرح بے یقینی میں جلا
کرتے ہیں۔

کمر میں والدین کی موجودگی امر باعث راحت ہوتی ہے تو اولاد کا وجود باعث رنج، باعث کمر، باعث آسودگی۔ وہ اپنے خالی آگن کو خالی خالی گھنوں سے دیکھتے سوئے نہیں۔

”سبحرے گھر تو آپ کوئی پرندہ بھی نہیں بولتا۔
سبحرے والے کے ٹکڑے کہاں کھڑکھڑکے۔“ تاجور نے
سیٹ سے خود کھائی کی مٹی۔ ان کی آنکھیں ویران
تھیں۔ دل اچاڑا..... وہ ہمیشہ سے ورد جی آئی
تھیں۔ اب وردان کوئی رہا تھا۔

”جیری سہی۔۔۔۔۔“ ان کے دل سے ہوک
 گیا۔ ”تم تو محفوظ مقام پر ہوگی، تمہاری ماں کی
 حائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ تم خوش ہوئی جیری
 جان۔“ وہ تصور میں سہی کو سگرا یاد کیج رہی تھیں۔ پھر
 ان کے لبوں پر سگرا ہٹ چمک گئی۔ لب پھیلے تو ان پر
 دراز اس بڑائی تھی۔

”میرے گھر میں لوٹ جاؤ۔“

”مجھے صاف کرنا میری بیٹی!“ انہوں نے
 سوچنی آواز میں کہا تھا۔ کسی طرح یہ آواز جانیے تک پہنچی
 جائے۔ کوئی جہاں..... کوئی پھیرا کوئی قصہ سنے اور
 ان کا خاتمہ پہنچا دے۔

”اسے یقیناً میری بددعا تھی ہے۔“ اس نے
 طنز پر سوچا۔ پھر تاجور کی طرف قدم بڑھانے سے قبل
 وہ ان کے پردے پر کوئی پرانا سا ویڈیو چلنے لگا تھا۔

☆☆☆

ماضی۔
(۲) جو رو کے گھر واپس آنے پر)
صا خان نے اس سلطنت پر ملک بننے کے
خواب دیکھے تھے۔ مگر شوہر کے تھڑ اور دوپہر کے جلنے
شتر نے اسے باور کرایا تھا کہ اس سلطنت کی ملک
یک ہی تھی۔

ملکہ بھلے فٹنی تھی۔ مگر اس کی حیثیت اور قدر
ب کی نظر وں میں بہت اونچی تھی۔
جبکہ اس کی اہمیت وہ کوڑی ہو کر رہی تھی۔
عام کم کی کیا بات ہے اس کو جلا کر خاستہ کر دیا تھا۔
حالانکہ وہ ایسی باتوں پر کان نہیں دھرتی تھی،
یہ چھاتی ٹھوکر کر دے تھی آئی تھی کہ وہ ایسی ہی ہے
اس کی ہی رہے گی۔ مگر اس بار کچھ مختلف تھا۔ اس
کو جلا کر اس پر فوٹیک دی گئی تھی۔ تا جو رکے کردار کی
ہواری۔ جبکہ اس پر کچھ اجمال آیا تھا۔ یہ بات
کو کہیں جھمن نہیں لےنے دیتی تھی۔ اس لیے اس دن
تا جو رکے اچھڑی تھی۔

”میں نے جو دیکھا تھا صرف وہی بتایا تھا۔ ہمارے ساتھ جو کچھ تھا اُسے شوہر کی ذہنیت ہے وہ تم پر اعتبار نہیں کرتا اور اب سارا تصور میرے سر ال دیا۔“ اُنہی کی شکل تیز دھوپ میں بڑے لوہے کی مانند ہو رہی تھی۔ تا جو اس کو جواب دینا مناسب سمجھتی تھی۔ اور یہ بات، صاحب خان کا سارا خون رکھ کر دیتی۔

”بھئی کیا ہو تم خود کو“ بالآخر وہ جی اٹھی۔
ساری دنیا میں ایک تم ہی رہ گئی ہو جس کے
پر کوئی اٹھی نہ اٹھا سکے۔ ایک تم ہی بن گے۔ اور

ہم سارے جنسی؟
 ہاں، ہر دوں؟
 اس کا فیصلہ ہم کسے کر سکتے ہیں؟
 اس کا لال چھو دیکھا تھا۔
 اس نے جہت سے اس کا لال چھو بیکار ہوئی ہوں، نہ ہی
 لہا کے بارے میں سوچا۔
 ہم نے اپنی قوت سے کہہ کر ہمیں سوچا۔
 ہم نے اپنی قوت سے کہہ کر ہمیں سوچا۔
 ہم نے اپنی قوت سے کہہ کر ہمیں سوچا۔
 ہم نے اپنی قوت سے کہہ کر ہمیں سوچا۔

کیا دیکھتے ہو؟ آج تو یہ ہے کہ تم نے مجھے بدنام
 کیا دیکھا ہے۔ تم نے جو خوش پایا ہے وہی مجھ
 پر تھا۔ یہ فرق ہے ہم دونوں
 میں۔ "پیارے دوست ویز اری سے جواب دے کر
 اپنا کام کرنے لگ گئی تھی۔ صبا اپنی جگہ سے ایک انچ
 نہیں ہلکی۔
 "میں نے حق دیا ہے کہ میرے کرواہ پر

نبیلہ اٹھاؤ؟
 "حق تمہیں کس نے دیا تھا؟" تاجور کا سوال
 اے لاکھیا۔ "دنیا یہ حق مانتی نہیں ہے۔ چچین حق
 ہے۔"

”دنیا کی بات مت کرو تاہم یہ گندہ
 ہمارے شوہر کے ذہن کی پیداوار ہے۔“
 ”دنیا کی بات مت کروں؟“ تاہم نے مذاق
 سے والے لہجے میں بات دہرائی۔

”تم اس لوگوں کی چار دیواری میں آنا لے گھر میں دنیا
 کی سب کچھ ہو صاف اس لیے آؤ تمہارے کانوں
 میں چلتی..... تمہیں لگتا ہے تم بہت عزت دار
 انسان اچھا صاف بھلا دیتا ہے دنیا میں بھولتی۔“

وہ سچے سچے کر مزید کوئی بات کہنے کا ارادہ
نہ کرتی تھی۔ مگر جہاں کے تن بدن میں آگ جھڑک

”کیا بکواس کرنا چاہتی ہو تم..... بتاؤ کیا
 آپ سے اس بات کا؟“
 ”اُس گھر سے باہر نکل کر دیکھو۔ جو عورت
 لڑات اس گھر میں آگ آئی۔ جس کے نکاح کا
 کو معلوم ہوا نہ رہے۔“
 ”جس کے خاندان کا۔“

کسی کو اتنا ہنسا ہے نہ جگہ مقام کا۔۔۔ وہ تمہارے سامنے سے بھی دوڑ رہا تھا جتنے ہیں۔“

تاجور نے اس کے جولوہ پرانگڑے احوال دیئے تھے۔ وہ بالکل جاہلی و حذر و احتیاط جاری رکھی۔ دوسری مرتبہ تھا جب اسے کوٹکاس کی بے عزتی کی گئی ہے۔ اس وقت اسی کے پاس تاجور کو وجہ کے لیے کوئی جواب نہیں تھا۔ مگر اس نے تجویز کر لیا۔ وہ اس کھر سے نکلنے گی اور دنیا سے ملے گی۔ اپنی عزت وگوں کی نظروں میں بنائے گی۔ وہ آس پاس کے کھروں میں میل جول بناتے گی۔ یہ کچھ گمراہ فی مسرت ہوئی کہ تاجور کی بات سچ نہیں ہوئی۔

ل اس سے خار نکول کھا تے تھے۔ وہ اسے اپنے گھر آنے دیتے تھے۔ گرکہ گرکہ اگر اسے ساا

میں نے اسے دیکھتے ہی اس میں غور و فکر کو دوپہی ہو۔ بس ایک لمحہ کیلئے یہ بھی عجیب واقعہ ہوا۔ حسب معمول وہ اپنی نئی کاپی لکھی دوست کے گھر تک گئی۔ دروازہ کھولا گیا مگر اسے اندر نہ بلایا گیا۔ اس کی دوست بار بار اسے ابھن کر باہر نظر روں سے دیکھتی تھی جیسے نظر ڈالتی۔ صبا کی آنکھوں سے پرتو زاری چھپ نہیں سکی۔

”کیا بھائی کوئی پریشانی ہے؟“
”نہیں! تم کب چائوس میس نے دروازہ پر
”اے۔“

”ابھی تو آئی ہوں۔“ صبا کا دل ڈوبا تھا۔
”پھر آج اندر نہیں آ سکتیں تم، اس کے بابا گھر پر
اوہ ناراض ہوتے ہیں۔“

”مگر کیوں؟“ دل دھک۔
”انہیں ہمارا تم سے بات کرنا پسند نہیں آتا۔“
گھر کے ماحول پر برا اثر پڑتا ہے۔ دوستی آئے

دینا واقعی اسے اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ اگر اچھا بھی
 تھی تو ”بچے جیسا“ عزت دار نہیں سمجھتی تھی۔
 خان کے ذہن میں اس دن تاجور کی بات گونجی

”دُعا کبھی نہیں بھولتی۔“
اور وہ کبھی بھولی بھی نہیں تھی۔ زندگی کے ہر موڑ پر اسے اسی طرح کے رویے کا ہار بار سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ آج بھی صرف صدام کے لیے اہم تھی۔۔۔۔۔
باقی سب کے لیے تو آج بھی۔۔۔۔۔ راتوں رات آنے والی عورت، نہ گھر خاندان نہ جگہ مکان، نہ کوئی دُعا، نہ تکرار۔۔۔۔۔

حال:
اور وقت نے کیسا پانسہ پلٹا تھا۔ وہ تو کچھ نہ کر سکی مگر قدرت نے خوب ان سے بدلہ لے لیا۔ وہ عزت، وقار، گداز اور بڑی بڑی گواہیاں..... ساری نیک نامی خاک ہو چکی تھی۔ صاف اگر یہی دامن تھی تو آج وہ بھی اسی کی صف میں آکھڑے ہوئے تھے۔ وہ دل ہی دل میں اس کیفیت سے لفافہ اندوز ہوئی تاجور کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ تاجور نے اس کے پیروں کو دیکھا پھر سر اٹھا کر چہرے کو.....

”سچ سچ تاجور! تمہارے غرو کا سر خاصا برا چمکتا چور ہوا ہے۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ بڑا انصاف کرنے والا ہے۔“ وہ رحم آمیز نظروں سے تاجور کو دیکھتی بول رہی تھی۔ تاجور کے تاثرات

”اپنی عزت اور رتبے کا غرور، اپنے باپ کی شان و شوکت کا گھمنڈ.....“

کے لہجے میں کڑی آگئی تھی۔ جیانس پڑی۔
 ”یعنی بس یہی جلی ہے۔“ ہالی بھا کر

”یہ غرور نہیں ہے۔ یہ فخر ہے، بریک عاجزی

”ابھی بھی اسی بھول میں بیٹھی ہو۔“ وہ تھنسر

سے بولی۔ ”تم جھینس کھول کر دیکھو سب کچھ اس
چمکا ہے۔ تم آج اسی جگہ پر آ گئی ہو جہاں پر کل میں
تھی..... تم مجھ سے نفرت کرتی تھیں آج خود تم میری
تہاری اولاد دو دنیا میں حقیر ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کے
لہجے میں بھی وہی عنایت اور آئی تھی۔ حقیر اور میسر لہجہ،
تاجور کے کرب ہے۔ ملیں جھینس۔“

سرتقی میں ہلایا۔ ”ہم دونوں ایک جگہ پر نہیں ہیں، رابطہ
میں اس کی دستانے جو گناہ کیا گیا ہو۔ بے قصور اور کہ

ہے۔ وہ رحم کرنے پر آمے تو دنیا کے تمام ستم

جہان نے ہنگامہ بھرا تھا۔
”اگر کوئی نہ کہے تو اسے چھوڑ دو۔“

ساتھ ہوا ہے کیا اس میں اللہ کی رحمتیں ہیں؟

وہیں۔ ”وہ نہ چاہے تو کسی میں لیا جرات۔۔۔۔۔“
”پھر بھی خود کو کولا سے دیتی ہو؟“ صبا کو خود پر

”اللہ تعالیٰ ہی میرا سہارا ہے۔۔۔۔۔ میری
دوپادی تمہیں نظر آرہی ہے۔ میرا آباد ہونا بھی ضرور

یاد رکھیے۔ "تاجود کے چہرے پر رنج و یقین کے
لے جلے سائے ایسے ہر ادا ہے تھے کہ صبا کی ہنسی سسکتی

”یہ آنسو دکھ رہی ہو۔“ تاجور نے اٹکی پر ہنسی
دکھائی اور مسکرائیں۔

”یہ مایوسی کے نہیں ہیں۔ یہ اس التجا کے ہیں
 اللہ تیری بے کس ہندی تیرے کرشمے کو ترس رہی

ان کے لیے میں ایمان بول رہا تھا۔ اللہ پر ان

یہیں..... کیا کو اب محسوس ہوا کہ تاجور کے چہرے پر
کچھ ایسا ملبوم تھا۔

تھوڑے عرصے میں اور میری اولاد تھوڑی
ہو سکتی ہے۔ تھوڑی بددعا مجھے نہیں لگ سکتی

میری اولاد و معصوم ہے۔
کیونکہ تمہارے خیال کی ذمہ دار تاجوریں ہے۔

میں۔ "صاف مٹی سے کچھ کہنے جا رہی تھی مگر تاجور نے کہا: اب تک لی۔"

رات کے اندھیرے میں مٹی ہے۔ ایک

..... پھر تم کہے خود کو میری بیٹی کے مقابل لاکھ

تا جو نے سوالیہ دیکھا تھا۔ دن کی روشنی

نے صبا کی صورت تاریک کر دی۔ وہ کسی
ت، جھارت اور بغض لے کر آ جاتی۔ تاجور کے
چشم کے استغاثہ کے ساتھ ساتھ

کیونکہ بات کرنے کے لیے انہیں گردن

☆☆☆

”کیا تم نے مجھے مٹس کیا؟“
صوفی نے پریشا خضر پاؤں کو جوتے کی قید سے

کرتے ہوئے کسی سے پوچھ رہا تھا۔ جوتے کے ہائی وِیل کی پھر ہاتھ بڑھا کر ٹیبل پر رکھا پانی

”میں! میرے پاس اتنا وقت ہوتا ہے کہ“

ایک ٹاکہ ڈالی۔ گھونٹ گھونٹ پانی پیتا خضر

”تمہارے پاس وقت نہیں ہوتا۔ میری سلی؟“

Free version of Waterpak

”یاد کرنے کے لیے وقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آفس میں، میں تو کبھی سارا وقت یاد کرتا رہا۔“

”جی اس لیے سارا دن بھاگ بھاگ کر میڑھیاں کرتے، اور لاکھوں میں رکھے فون سنتے

”کیوں؟“

مستکرا نہت جاگ گئی۔ اس نے آج ایک بار بھی کمال نہیں کی تھی۔

”اوہ۔“ وہ ہنس پڑا۔ ”کام زیادہ تھا یا نہ اس لیے بات نہیں ہو سکی۔“

”جی، مجھے نظر آ گیا۔“
”اچھا اور آؤ نا۔ تھی مشکل سے پانچ بجے

”کیا قبول کام کر رہی ہو۔ یہ میں خود کر سکتا ہوں۔“

”آج میں بخیر ہوں۔ کہہ رہا ہوں کہ یہ ہمارا حق ہے۔“

ی کی بات پر خضر کے چہرے پر رونق آ گئی تھی۔
 ”رنگار! آج کا دن میری عمر کی عمر ہے؟“ وہ جھکا۔

”کہا آتے ہوئے وہ بیٹے آئے گا۔“
 ”واٹ؟“ خضر بھونچکا رہ گیا۔ چہرے پر

”رہی لینے کے لیے تم نے مجھے کال کرنی
شیدہ ہو گئی۔“

”جی جناب! مجھے کونٹوں کے لیے ضرورت

”تمہیں چاہیے یہ وہی لانے جیسے کام میں

”کہیں سلا تے غم مارا، کاشہ، تھراپ

شادی شدہ ہیں اس لیے یہ تو کرنا پڑے گا۔"

Protein w

”تم ج کھ رہی ہو۔ تم پہلے تو ایسی نہیں تھیں؟“
 خضر اب تک بے یقین تھا۔ یہی تو اس کی شکل پر بارہ
 بچے دیکھ کر فنی آنے لگی۔

”آپ کو تو میں ہر روپ میں پسند نہیں آتی۔“
 یہی نے مصدوم سی شکل بنا کر پوچھا۔ جیسے اسے دکھ ہوا
 ہو۔

”ہاں مگر.....“ خضر نرم بڑا۔ ”تم ہر روز مجھے
 فون پر بلا کر مریج، لہسن، دھنیا کیسی چیزیں لانے کا
 کہو گی تو اچھی نہیں لوگی ناں۔“ خضر نے مجبوری
 بتائی۔

”اورہ! میں نے تو بس دی کہا تھا..... باقی
 چیزیں تم نے خود ہی حاصل کر لیں۔ مجھے تم سے اسی
 ذمہ دارانہ رویے کی امید تھی۔ سو سوٹ آف
 پورا۔“ یہی کو اس پر نوٹ پر پیا راتھا خضر بوکھلا گیا۔
 ”نہیں نہیں روکو۔ سنو! ہوا میں اڑتی یہی کا
 ہاتھ کھینچا۔“

”اچھی سنگ دلی سے سوچ رہی ہو..... اپنے
 ہیر و جیسے شوہر کو بڑی مٹھی بھینچنا چاہتی ہو؟“ وہ خفا
 ہونے لگا۔

”ہاں نا! میرا ہیر و جیسہ شوہر..... اپنے جھٹی
 جھٹی بڑی لائے گا تب ہی تو میں اچھے اچھے بچوں
 سے اس کے دل پر راج کر سکتی ہوں۔“ یہی نے
 سمجھانے والے انداز میں بتایا۔ ”کیونکہ شوہر کے
 دل کا راستہ پیٹ سے گزر جاتا ہے نا۔“

”تم میری آنکھوں راستے دل میں بس جاؤ۔
 پیٹ تک جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“
 خضر نے اپنے منہ سے لے کر لے کر کہا تھا اور جس
 طرح لا شعوری طور پر شربت کی گوندوں ہاتھ پیٹ پر
 رکھ کر اس کی نظروں سے اوجھل کیا تھا۔ یہی بے
 اختیار کھٹکھٹا کر ہنسی میں لگی تھی۔

”تم ہنسی بہت چار رہی تھی ہو۔ دیکھو ش فریش
 ہو گیا۔“ خضر نے چہرہ اٹکے کر کے آنکھیں بند کر کے
 اسے دکھایا۔ یہی بچے ہوئی۔

”تو برا“ وہ ہلکے سے لڑکی۔

”جہنم کسی نے نہیں بتایا ہوگا کہ تمہاری ہنسی
 سب سے خوب صورت ساز ہے۔ ورنہ تم اپنا کمر
 ہنسنے۔“ خضر کی بات پر اسے مزید ہنسی آئی تھی۔
 ”اور جب تم ہنسی ہو تمہاری گردن اٹھ جائی
 ہے۔ اس سے تمہارے بال جھومنے لگتے ہیں۔ جیسے
 بارش میں جھولنا ہوا کے دوش سے جھولا۔“

”آف خضر اتم تو بس شروع ہو جاؤ۔“ اس نے
 بال چھپائے۔

”جہارے لیے ہالوں کا میں دیوار
 ہوں۔“

”اور میں اتنا جیسے عاجز.....“ وہ چڑا
 کو بولی۔

”انہیں کبھی مت کہنا نا۔“
 ”اب تو ضرور کہنا آؤں گی۔“ وہ ہنسنے لگی۔
 ”جہنم میں پسند مگر مجھے تو ہیں۔“

”تو مجھ سے لے کر تم کو لالو۔“ ایک اور
 جہنم۔

”میرا دل کرتا ہے ہم کسی جنگل میں کھوجائیں
 اور جگہ ہمیں اپنا مہمان بنائیں۔“

”جہنم کیوں وہ اپنا مہمان بنا نہیں گئے؟“
 ”جہنم میں تو جہنم کے ہاں..... اور میں تمہارے
 بالوں کو کھینچتا کر سکوں سے سو جاؤں۔“

”خضر.....“ یہی کو ہنسی ضبط کرنا مشکل
 ہو رہا تھا۔

”وہیے کھینچنا کر سونے کے لیے جنگل کا ہونا
 ضروری تو نہیں؟ یہ کھینچے یہاں بھی مل سکتا ہے۔“

”خضر سناپ ات آئی چھپ جائیں.....“ وہ
 ہنسنے لگی۔

”چپ باتیں؟“ خضر کو شک لگا۔
 ”نہیں یہ چپ باتیں لگ رہی ہیں؟“ وہ حلق
 کے بل چلائی۔ ”آف آف! وہ سر پر ہاتھ رکھ کر کڑا
 ہو گیا۔ جیسے یہی کی اس بات کو سہہ نہ پا رہا ہو۔

”ہاں! ہر وقت نہیں رو مانگ باتوں کے
 ہاں! ہر وقت نہیں رو مانگ باتوں کے

”تو برا“ وہ ہلکے سے لڑکی۔

”جہنم کسی نے نہیں بتایا ہوگا کہ تمہاری ہنسی
 سب سے خوب صورت ساز ہے۔ ورنہ تم اپنا کمر
 ہنسنے۔“ خضر کی بات پر اسے مزید ہنسی آئی تھی۔
 ”اور جب تم ہنسی ہو تمہاری گردن اٹھ جائی
 ہے۔ اس سے تمہارے بال جھومنے لگتے ہیں۔ جیسے
 بارش میں جھولنا ہوا کے دوش سے جھولا۔“

”آف خضر اتم تو بس شروع ہو جاؤ۔“ اس نے
 بال چھپائے۔

”جہارے لیے ہالوں کا میں دیوار
 ہوں۔“

”اور میں اتنا جیسے عاجز.....“ وہ چڑا
 کو بولی۔

”انہیں کبھی مت کہنا نا۔“
 ”اب تو ضرور کہنا آؤں گی۔“ وہ ہنسنے لگی۔
 ”جہنم میں پسند مگر مجھے تو ہیں۔“

”تو مجھ سے لے کر تم کو لالو۔“ ایک اور
 جہنم۔

”میرا دل کرتا ہے ہم کسی جنگل میں کھوجائیں
 اور جگہ ہمیں اپنا مہمان بنائیں۔“

”جہنم کیوں وہ اپنا مہمان بنا نہیں گئے؟“
 ”جہنم میں تو جہنم کے ہاں..... اور میں تمہارے
 بالوں کو کھینچتا کر سکوں سے سو جاؤں۔“

”خضر.....“ یہی کو ہنسی ضبط کرنا مشکل
 ہو رہا تھا۔

”وہیے کھینچنا کر سونے کے لیے جنگل کا ہونا
 ضروری تو نہیں؟ یہ کھینچے یہاں بھی مل سکتا ہے۔“

”خضر سناپ ات آئی چھپ جائیں.....“ وہ
 ہنسنے لگی۔

”چپ باتیں؟“ خضر کو شک لگا۔
 ”نہیں یہ چپ باتیں لگ رہی ہیں؟“ وہ حلق
 کے بل چلائی۔ ”آف آف! وہ سر پر ہاتھ رکھ کر کڑا
 ہو گیا۔ جیسے یہی کی اس بات کو سہہ نہ پا رہا ہو۔

”ہاں! ہر وقت نہیں رو مانگ باتوں کے
 ہاں! ہر وقت نہیں رو مانگ باتوں کے

”تو برا“ وہ ہلکے سے لڑکی۔

”جہنم کسی نے نہیں بتایا ہوگا کہ تمہاری ہنسی
 سب سے خوب صورت ساز ہے۔ ورنہ تم اپنا کمر
 ہنسنے۔“ خضر کی بات پر اسے مزید ہنسی آئی تھی۔
 ”اور جب تم ہنسی ہو تمہاری گردن اٹھ جائی
 ہے۔ اس سے تمہارے بال جھومنے لگتے ہیں۔ جیسے
 بارش میں جھولنا ہوا کے دوش سے جھولا۔“

”تو برا“ وہ ہلکے سے لڑکی۔

”جہنم کسی نے نہیں بتایا ہوگا کہ تمہاری ہنسی
 سب سے خوب صورت ساز ہے۔ ورنہ تم اپنا کمر
 ہنسنے۔“ خضر کی بات پر اسے مزید ہنسی آئی تھی۔
 ”اور جب تم ہنسی ہو تمہاری گردن اٹھ جائی
 ہے۔ اس سے تمہارے بال جھومنے لگتے ہیں۔ جیسے
 بارش میں جھولنا ہوا کے دوش سے جھولا۔“

”آف خضر اتم تو بس شروع ہو جاؤ۔“ اس نے
 بال چھپائے۔

”جہارے لیے ہالوں کا میں دیوار
 ہوں۔“

”اور میں اتنا جیسے عاجز.....“ وہ چڑا
 کو بولی۔

”انہیں کبھی مت کہنا نا۔“
 ”اب تو ضرور کہنا آؤں گی۔“ وہ ہنسنے لگی۔
 ”جہنم میں پسند مگر مجھے تو ہیں۔“

”تو مجھ سے لے کر تم کو لالو۔“ ایک اور
 جہنم۔

”میرا دل کرتا ہے ہم کسی جنگل میں کھوجائیں
 اور جگہ ہمیں اپنا مہمان بنائیں۔“

”جہنم کیوں وہ اپنا مہمان بنا نہیں گئے؟“
 ”جہنم میں تو جہنم کے ہاں..... اور میں تمہارے
 بالوں کو کھینچتا کر سکوں سے سو جاؤں۔“

”خضر.....“ یہی کو ہنسی ضبط کرنا مشکل
 ہو رہا تھا۔

”وہیے کھینچنا کر سونے کے لیے جنگل کا ہونا
 ضروری تو نہیں؟ یہ کھینچے یہاں بھی مل سکتا ہے۔“

”خضر سناپ ات آئی چھپ جائیں.....“ وہ
 ہنسنے لگی۔

”چپ باتیں؟“ خضر کو شک لگا۔
 ”نہیں یہ چپ باتیں لگ رہی ہیں؟“ وہ حلق
 کے بل چلائی۔ ”آف آف! وہ سر پر ہاتھ رکھ کر کڑا
 ہو گیا۔ جیسے یہی کی اس بات کو سہہ نہ پا رہا ہو۔

”ہاں! ہر وقت نہیں رو مانگ باتوں کے
 ہاں! ہر وقت نہیں رو مانگ باتوں کے

”تو برا“ وہ ہلکے سے لڑکی۔

”جہنم کسی نے نہیں بتایا ہوگا کہ تمہاری ہنسی
 سب سے خوب صورت ساز ہے۔ ورنہ تم اپنا کمر
 ہنسنے۔“ خضر کی بات پر اسے مزید ہنسی آئی تھی۔
 ”اور جب تم ہنسی ہو تمہاری گردن اٹھ جائی
 ہے۔ اس سے تمہارے بال جھومنے لگتے ہیں۔ جیسے
 بارش میں جھولنا ہوا کے دوش سے جھولا۔“

بارے اعداد میں رپورٹس سائیڈ میں رکھ دی تھی۔ کرم
الہی نے سوال کیا، نہ کوئی حرکت، پھر بھی تائیپ چپ
نہیں رہے گی تھی۔

”میں نے تم پہلے بھی کہا تھا کہ اگر تم بہت بڑی بات
اس مہینے کے لاسٹ ویک اینڈ پر مل سکتے ہو
کیونکہ.....“

”نہیں! یہاں اس کی نظر میں مجرم تھا۔“
 ”خیر! چوکی۔ کوئی مجرم ہونے پر
 نظر نہ لگایا۔“

خطر کی بات پر شاید سہکتی ہو کر رہ گئی تھی۔
اس کی چھٹی حس کوئی چیز حیرت اور مبہمانے لگی۔ اس
کا دل اور دم پر قہر ٹکا تھا۔

ٹائیپ سانس لینے کو رکی تھی۔ اس کی بے بس نگاہیں اس وجود پر مچی ہوئی تھیں جس کے پاس زندگی کے کئے چنے دن ہی بانی رہ گئے تھے۔ کرم الہی خاموش سانس کی گود بکھیر رہا تھا۔

”تمہارا جگر خون نہیں بہا رہا۔ بہت کمزور اعضا کام کرنا چھوڑ چکے ہیں۔ اب تم کیسے اٹھو گے اس بستر سے کرم الہی؟“ وہ دلی آواز میں پوچھ رہی تھی۔ پھر صبر سے بیچ پر بیٹھی۔

کرم الہی نے جیسے آگے آگے سے آنکھیں موند لیں۔ ”آنکھیں بند کرنے سے کیا ہوگا۔ میری بات کا جواب دو۔“ وہ کچھ صبر سے بولی تھی۔ کرم الہی حیرت زدہ لگا ہوں سے اسے دیکھا۔

”تم مجھے۔“ وہ خشک لبوں کے ساتھ دھیرا دھیرا بولنے لگا۔ ”تاپس لے چلو۔ اپنے گھر۔“ وہ اس سے درخواست کر رہا تھا۔ ٹائیپ کو دکھا ہوا۔

”واپس جا کر کیا ہوگا؟“ یہاں تھوڑا بہت علاج تو ہو رہا ہے۔ سر درد، بخار کے انکسٹن، دیکھو کھانسی کے سیرپ۔۔۔ اب تمہاری حالت کتنی بہتر ہے۔ وہاں جا کر پہلے کی طرح نرت پنے رہو گے۔“

وہ مایوسی سے واپس بیٹھ گئی تھی۔ کرم الہی کے پھر لب بٹے۔

”میرے بھائی۔۔۔ بھائیوں کو۔۔۔“

”کوئی نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے بھائی۔“ ٹائیپ کو شدید طیش آ گیا۔ ”وہ پوچھتے تھے کہ تمہیں کون سے زخموں کا علاج دیا گیا۔“

”کن حالوں میں اور تمہیں اب بھی ان بڑی ہے؟“ اس کی تھوڑی سی آواز سے اس پاس کے بستر کے مریض اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

”تمہیں میرا علاج کیا ہے کچھ؟ ابھی بھی انہی کے لیے اس لگائے بیٹھے ہو۔“ ٹائیپ نے آواز بھرا کر کہا۔ ”میں پانی سے لبریز ہو گئی۔“

”میرے کرم الہی! تمہیک ہو جاؤ۔“ ڈاکٹر میرے بارے میں سوچا۔۔۔ تم میرا آخری سہارا ہو۔ تم تو

آرام سے چلے جاؤ گے۔ میں کہاں جاؤں گی؟ میرے پاس کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔“ ٹائیپ کی آنکھیں چمک چمک رہی تھیں۔ اس میں اس سے زیادہ دھنکے کی صورت نہیں تھی۔ وہ کرم الہی کو یوں شاکی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ اپنی مرضی سے مرنے جا رہا ہو۔

شائلہ کو زندگی میں ایسی ٹھوکر کبھی نہیں لگی تھی جو اس وقت خضر کے الفاظ نے اسے منہ کے تلے گرایا تھا۔ وہ شکست خوردہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

”مجھے۔۔۔ مجھے تمہاری اماں جان نے بتائے سے منع کیا تھا۔“ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے جلدی سے بات بتائی تھی خضر نے جیسے کچھ کر سر ہلا دیا تھا۔

”اچھا! یہ اماں جان بھی نا۔“ شائلہ کا رونا سانس رواں ہو گیا۔

”خضر تم اپنی اعتباری سے بات کیوں کر رہے ہو؟ یہ تمہاری پہلی ملاقات تو نہیں ہے نہ ہم دونوں اجنبی ہیں۔“

”آج واقعی تم سے میری پہلی ملاقات ہے۔ تم میرے لیے اجنبی ہی ہو۔“

”کیا ہوا ہے تمہیں؟ کس بات سے ناراض ہو۔“ تمہاری کوڑو رنگ مچنے کے لیے میرا دماغ اس وقت کام نہیں کر رہا۔

شائلہ کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔ خضر پھول کی پتیوں کو فوج فوج کر کھینچ رہا تھا۔ شائلہ کی آنکھیں پانی سے بھری ہوئی تھیں۔

”اچھا، تمہاری میری ماں نے اور کون کون سی سچائی چھپانے کے لیے کہا ہے؟“ وہ غصہ سے پوچھنے لگا۔ شائلہ نے ٹپ ٹپ میں سر ہلایا۔

”موتو کچھ نہیں۔“

”اوکے! تو شائلہ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ میری کزن بھی ہے۔ میری سگی خالہ کی بیٹی۔ اس

لاٹ سے تیار رہنا اور بھی گمراہ ہو گیا ہے اور۔۔۔“

”ابھی تو تمہاری ماں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ تم سے کچھ بات نہ کرو۔“ شائلہ نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”میرے دل نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میرے دل نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔“

اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔

”اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔“

”اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔“

”اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔“

”اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔“

”اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔“

”اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔“

”اس کی گزروں اور ماتھے کی رگیں اس کے ساتھ چلتا چلتا تھیں۔ وہ دروازوں کے شیشے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔“

اس کا بس نہیں چلی رہا تھا کہ پوری نیکل خضر برائے

”زبردستی سہی مگر اس نے اس رشتے کی شروعات سچائی کے ساتھ کی ہے۔ شائلہ اتم نے یہ کیوں نہیں کیا۔۔۔ تم جو کر رہی تھیں وہ تمہاری طرف بھی پڑتا تھا۔ تم نے بھی میرے جذبات سے کھیلایا۔“

”تم نے مجھ سے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟“ وہ جنونی ہو رہی تھی۔

”تم نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ تم وہ شخصیت ہو جس کا میں پرستار ہوں۔ جبکہ تم وہ ہوئی نہیں شائلہ۔۔۔۔۔ جنوں جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا خضر نے سسپنس اٹھل دیا تھا اس کی ساتلوں پر۔۔۔ اسے دیر ہوئی تھی۔ یہی نے اپنا کام کر دیا تھا۔ اس نے شائلہ کا تختہ الٹ دیا تھا۔

”تم، تم میری بات۔۔۔۔۔“ وہ سم گئی تھی۔ آنکھوں میں ہراس پھیل گیا۔

”میں سبھی کے نظروں سے بچا کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس کا خاکہ تب سے بنا ہوا تھا جب اس کے الفاظ کا جال میرے گرد پھیلا۔۔۔ میں نے تمہارا نام لکھا تھا مگر خط سبھی کو لکھا تھا۔ جب کام ہی تمہارا نہیں تو صرف نام کی وجہ سے تم سب کی مالک خود کیسے بن سکتی ہو؟“

خضر اس سے سوال کر رہا تھا۔ ایک کڑا وقت آ گیا تھا۔ ایسا وقت جس کے آنے کی کوئی توقع ہی نہیں تھی اور اس غیر متوقع وقت کی اس نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔

”تم نے بھی مجھے بے وقوف بنایا ہے۔ میں اس طرح تم سے جواب طلب کرنا چاہتا تھا۔“

”کہنا چاہتا تھا تم نے میرا مذاق بنایا۔ میرے خالص جذبات جس کے لیے تھے اس کی تم حق دار بن گئیں۔ مگر جانتی ہو میں نے تمہیں کال کیوں نہیں کی؟“ وہ سانس لینے کو رک گیا۔ ”کیونکہ میں نے مجھے روکا کہ میں تمہیں کچھ نہ کہوں۔ حالانکہ اس سے

”تم نے بھی مجھے بے وقوف بنایا ہے۔ میں اس طرح تم سے جواب طلب کرنا چاہتا تھا۔“

”کہنا چاہتا تھا تم نے میرا مذاق بنایا۔ میرے خالص جذبات جس کے لیے تھے اس کی تم حق دار بن گئیں۔ مگر جانتی ہو میں نے تمہیں کال کیوں نہیں کی؟“ وہ سانس لینے کو رک گیا۔ ”کیونکہ میں نے مجھے روکا کہ میں تمہیں کچھ نہ کہوں۔ حالانکہ اس سے

”تم نے بھی مجھے بے وقوف بنایا ہے۔ میں اس طرح تم سے جواب طلب کرنا چاہتا تھا۔“

شدید ناراض رہا۔۔۔ پھر بھی اس نے کہا کہ تمہیں قصور وار نہ ٹھہرائیں۔ مگر ٹکڑے جوتے میرے ساتھ کیا وہی تمہارا طرف پلٹ آیا ہے۔“

خضر نے بات مکمل کر دی تھی۔ اتنی مکمل کہ خضر کوئی صحیح کنس نہیں سمجھتی تھی۔ مگر ٹکڑے اتنی آسانی سے یہ بات قبول نہیں کر سکتی تھی۔

”اور یہی..... وہ کتنے عرصے سے میری
ساتھ ہے۔ میری بیوی بن کر، میرا ایک ایک کام
اچھے ہاتھ سے کرنے والی۔ اس کے لیے چھوڑ دینا
مشکل نہیں ہوگا؟“

میں نے اس کے ساتھ ایسے گزرا کہ اسے پسند کر کے "اے شہنشاہ" کہنے لگا اور وہ اسے چمک چمکاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

کرنے کی کوشش کر رہی تھی، تب اس کی کھڑکی کے سامنے کوئی ٹھنک گر دیا۔ چانیہ نے آواز چھپانے کی کوشش میں چہرہ اٹھا اور ایک نظر کھڑکی کے باہر کی۔ بھر وہ نظر پھرتی۔ چانیہ کی اس شخص پر اور اس شخص کی چانیہ پر نظر کا حجم کدوئی نہیں۔

کر رہے کی شدید خواہش ابھری نہیں تھی۔ بہت کوشش اور ضبط کے باوجود کمرے میں آکر وہ خود پر قابو نہیں رکھ پائی تھی۔ کمرے میں آکر بیڈ کا سہارا لے کر شام کی زمین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ یہ احساس کس قدر جان لیوا تھا کہ کسی نے شام کو کھانا نہ کرایا تھا۔ زندگی میں پہلی بار بری طرح رو کر دیا تھا۔ وہ بھی کس کے لیے..... کبھی کے لیے..... جو اس آگے کیا اہمیت رکھتی تھی؟ اس نے تو ہمیشہ کسی کے لیے فخر محسوس کیا تھا کہ شام کھانسی لڑکی اس کی دوست ہے..... اور آج اسی نے اس کی قسمت جھین لی تھی۔

اسے شدید قسم کے دورے پڑ رہے تھے۔ اس کی محبت، اس کا بخون..... جس کے لیے اس نے بڑے بڑے جھوٹ بولے..... جس کے لیے وہ دنیا کا کوئی بھی کام کر سکتی تھی۔ وہی اسے منہ پر کھڑک چلا گیا کہ اس کا دل اب اس کی طرف مائل نہیں ہے۔ وہ تو شروع سے ہی کسی کے وجود سے محبت کرتا تھا..... شام کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں تھی؟

وہ بے دردی سے زمین پر بٹھیاں برسنا شروع ہوئی تھی۔ اس کے اندر درد کا طوفان مچ رہا تھا۔ آنکھوں سے لالہ اور ہیرا پھرتا تھا۔ وہ خود کو آج بہت حقیر سا تصور کر رہی تھی، جس کو چنانچہ نہیں کیا تھا۔ جس کو کھوکھرا خسارے کا کوئی احساس ہی نہ جا سکا۔ کتنی دیر روتے رہنے کے بعد اس نے موبائل فون اٹھایا اور اس کی اسکرین روشن کی۔

اس کے اندر بیٹھا بھڑ بھڑ رہی تھی۔ یہی سے شدید غمزدگی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی ساری چالاکیاں، ساری مکاری آنکھوں میں گھوم رہی تھی۔ وہ لوں نے لے کر اس کے جذبات چل دے تھے۔ اسے شکست سے دوچار کر دیا تھا۔ وہ ایک بلی جیٹن سے نہیں بچ سکتی تھی۔ ایک گھبراہٹ کر اس نے فون کان سے لگا دیا اور اپنی سسکیاں روکنے لگی۔

☆☆☆

"ہیلو شام! میں نے آپ کی کال کا بہت

انتظار کیا ہے۔ مجھے امید ہے آپ کوئی اہم کام سنا میں کی۔

"میں نے تم سے کہا تھا میرا نام مت لیا کرو کسی کو بھٹک نہیں پڑنی چاہیے کہ تمہارے اس نام میں، میں تمہارا ساتھ دے رہی ہوں۔" لہجہ ہنسنا تھا۔ سخت، گھبراہٹ اور تگوار۔

"جی! معذرت۔"

"مجھے ক্ষضر دیکھ کر گھر کا ایڈریس مل گیا ہے۔ وہ جگہ جہاں تمہاری محبت رہتی ہے۔" اس نے کچھ پر خصوصی زور دیا تھا۔ محبت کی گردن میں کتنی ڈھب ڈھب ابھری۔

"کہاں..... کہاں رہتی ہے وہ؟" وہ تمہیں کچھ تصویریں بھیج کر رہی ہوں۔ ہائیڈریس مجھ سے سمجھ لیں..... گاڑی کا بندوبست ہو جائے گا؟"

"کیا آپ شہر میں ہیں؟" محبت کے اندر کتنی خیر خواہی ڈھکی چھپی تھی۔ حاکم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں اور ابھی نہیں رہوں گی۔" "تو کیا میں آ جاؤں، آج ہی؟" "نہیں..... اس نے سختی سے انکار کیا۔ پہلے یہی تم نے بے وقوفی کی اور تمہارا باپ جیل چلا گیا۔" لہجہ بے حد سخت تھا۔

"ক্ষضر دیکھ کر اس مینے کے آخری دیک بڑا کی شام کرنا ہی روا رکھی ہے اس کے بعد۔ وہ یہاں ہوا تو نہیں اپنے گھر قدم بھی نہیں رکھتے ہو گے۔" "ٹھیک ہے۔ میں اس پر عمل کروں گا۔"

"لیکن دل کے ساتھ بول رہا تھا۔" "لیکن آنا کس دن ہے؟" "ক্ষضر دیکھ کر رونا کی کٹھنک اٹھنے دن۔"

☆☆☆

یہ ایک پرائیویٹ اور منگے ہاسٹل کے احاطے میں بنے چھوٹے سے گارڈن کا منظر تھا۔ جہاں بڑے گھاس پھوس لگائے پھری کچھ پریشانی ٹانے پھولوں

منڈائی تھیں۔ کو دیکھ رہی تھی۔ کبھی اسے بھی یہ گھبراہٹ اور کشیدگی کے رنگ پسند ہوتے تھے۔ پھر اس کی زندگی سے سارے رنگ ایسے اڑے کہ اسے مزید کسی رنگوں میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔

"میں ابھی یوٹیوب میں روح بقی جاری ہوں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

اس کا دل اب کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا تھا۔ جیسے خواہشیں مردہ تھیں۔ دل سیر ہو چکا تھا۔ زندگی میں حالات کبھی بھی من پسند نہیں ملتے۔ اسے جو ملے تھے وہ اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا..... اس لیے وہ بھی بن گئی تھی۔ یہ بھی کوئی تصویر نہیں کر سکتا تھا۔

شہر میں ہاسٹل کیٹین سے چائے اور بسکٹ لینے گیا تھا۔ وہ اب اس آیا تو ٹانے اسی حالت میں تھا۔ جس میں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

"چائے؟" اس نے اس کی پیالی درمیان میں رکھ دی۔ اور بسکٹ کا پیکیٹ کھولا۔

"میں تو تم سے یہ گد بھی نہیں کر سکتا کہ تم مجھے پتے بغیر کیلی منگائیں اٹھائی رہیں۔ شاید میرا کوئی حق نہیں بنتا۔" شہر میں گرم چائے کا کپ ڈالوں ہاتھوں میں بیٹھے سامنے دیکھتے ہوئے چٹکی آواز میں گھبراہٹا تھا۔

"بھتیجی کا ایک ایک درد اور بچا کر تمہارا معلوم کیا، اس کی بڑی ڈبا والے سے ملا جو تمہیں یہاں چھوڑ گیا تھا۔ سارا راستہ دعا کرتا رہا کہ تم وہاں مل جاؤ۔" "میں نے تمہیں منع کیا تھا۔"

ٹانے سیٹ لہجے میں بولی تھی۔ اسے ہاسٹل کی کھڑکی میں دیکھ کر ٹانے لگ ہی رہ گئی تھی۔ وہ اسے ڈھونڈتا یہاں بھی آ گیا تھا اور وہاں پر ٹانے اور ہاسٹل کا حال دیکھ کر اس کی اپنی حالت غیر ہو گئی تھی۔ ٹانے نے اپنے اتنے دونوں سے کہے رہ رہی تھی۔ اور اس کی ایک نہ سننے ہوئے۔ شہر میں کی زبردستی کا نتیجہ آج یہ ہو گیا تھا۔ جو ٹانے انورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

"اگر میں تمہیں منع کرتا کہ اس انسان کو اس

کے حال پر چھوڑ دو تو تم میری بات مان جاؤ؟" شہر میں لڑنے لڑنے سے اس سے سوال کیا تھا۔

"چائے کی لہجے بعد بھی خاموش رہی تھی۔ کچھ معاملوں میں ہم بہت بے ہوش ہوتے ہیں۔ اپنی ہماری مرضی نہیں چاہتی..... اس لیے تمہیں مجھے برداشت کرنا ہوگا۔" شہر میں چائے کا کپ اٹھا کر ٹانے کے ہاتھ میں پکڑا دیا تھا۔ اس نے چپ چاپ تمام لیا۔

"وہ تمہاری ان ہمدردیوں کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔"

"تمہیں لگتا ہے میں کسی صلے کا سوچ کر یہ کر رہا ہوں؟" شہر میں نے سوالیہ نگاہیں پر جمالی تھیں۔

"مجھے اس کا بدلہ یا احسان واپس نہیں چاہیے۔ میں صرف اس خدمت میں تھوڑا سا حصہ ڈالنا چاہتا ہوں کہ جو تم اس کے لیے کر رہی ہو۔"

"دنیا میں اور بہت سارے انسان ہیں۔" ٹانے بھینچ کر سے بولی تھی۔

"بالکل! بہت سارے ہیں۔" اس نے مان لیا۔ لیکن پہلا حق اس قریبی انسان کا ہوتا ہے جسے آپ جانتے ہو۔ میں تمہاری ہمدردی کے لیے یہ سب نہیں کر رہا۔ نہ یہ چاہتا ہوں ساتھ رہنے کا کوئی بہانہ ہے۔ میری تو بس ایک مجبوری ہے۔" وہ کہتے ہوئے سر جھکا کر رہ گیا تھا۔ اس کی آواز تھوڑی ہو گئی تھی۔ "مجھے یہاں رہنے دو پلیز! میری مجبوری سمجھو....."

"یہاں رہنا تمہاری کوئی ہی مجبوری ہے؟" وہ طعنے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر ہورہا تھا۔ "تم میرے دل میں جگہ نہیں بنا سکتے شہر میں۔"

"مجھے یقین ہو گیا ہے۔ میں تمہارے دل میں جگہ نہیں بنا سکتا۔" وہ سر ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کے لہجے میں مایوسی کی باریک تہ تھی۔ "مگر مجھے پروا نہیں ہے۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دینا میرے بس کی بات نہیں..... اور میں تمہیں تمہا

چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔“
 دو لوگوں کے بیچ خاموشی آ کر غمزدگی تھی۔ دو
 لوگوں کے کپ مٹا جائے سکت تھی۔ دو لوگ ایک
 دوسرے سے دور بیچ کے دونوں طرف آخری سروں
 پر پہنچے تھے۔
 سر جھکائے، خاموش، ہارے ہوئے لوگ،
 اپنی داستان آپ کہتے، دیوار پر مکی کسی پینٹنگ میں
 قلم۔۔۔

موبائل میں ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چند منٹ پر پلس کر کے اس نے اپنا نمبر کنٹیکٹ لسٹ میں سیو کیا اور اسکرین بھی کے سامنے کی۔

”نہیں۔“
”کیا؟“
”نہیں چھوڑوں گی۔ میں تم سے الگ نہیں رہوں۔“

”ایسا کیوں کہہ رہے ہو حضرت، میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔“ حضرت کی باتیں اسے تو پرستہ بخش رہی تھیں۔ وہ محبت و ہاش نظر دل سے اس کو دیکھنے لگی۔

”ابن تمیم! سچا ہمارا ہوں۔ اور دیکھو وعدہ کرو مجھ سے اور اس پر قائم رہنا..... اور میں بھی وعدہ کرتا ہوں تم سے۔“ وہ وارثی سے دیکھا ہوا کہتا جا رہا تھا۔ وہ کسی سے بہت بڑھ چکا ہوتا تھا۔

اس بات پہلی نظر آئی۔ اس کا کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ بیزار کن وقت، بے کیف سے لگے۔
 بائیں گزرنے کے لیے اسے کوئی مصروفیت نہیں ملی تو
 لی وی لگا کر بیٹھ گئی۔ کسی جیتل کے شو میں ایک
 معروف رانسر کو ایک موضوع پر گفتگو کی غرض سے
 بلا گیا تھا۔ وہ وہاں سے شو دیکھنے گئی۔ کچھ دیر گزری
 گئی کہ چوکیدار نے اسے آکر کسی کی آمد کی اطلاع
 دی۔
 ”میرا مہمان؟“ یہی نے حیرانی سے دہرایا۔
 ”کون ہے؟“ اس نے دوبارہ حیرت سے
 سوال کیا۔
 چوکیدار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ ”نام نہیں
 بتایا۔ کہتے ہیں آپ سے ملیں گے۔“
 اس کی بات نے نفی کی حیرت دو چند کر دی
 تھی۔ یہاں اس کو کون ملے آ سکتا تھا۔ اس نے اندر
 ملانے کے بجائے خود باہر آ گئی۔ آئے واسطے کا چہرہ
 دیکھنے سے پہلے وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس
 چہرے کو یہاں دیکھ سکتی ہے۔ اور وہ چہرہ دیکھنے کے
 بعد کسی کی پوری ہستی مل کر رہی تھی۔
 ”تم“
 ”میں کھلے دروازے سے سامنے آ گیا تھا۔ وہ
 مرکز بھی اس کو دیکھنے کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔
 ”تم یہاں کیسے؟“ وہ لاشعوری طور پر دو قدم
 پیچھے ہوئی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔
 دل دھک دھک دھک.....
 ایک غیر متوقع چہرہ دیکھ کر گتے والے اولین
 شاک سے وہ باہر نکل آئی تھی۔ مگر جو کیفیت اسے اس
 شخص کو اسے سامنے پارک میں ہوئی تھی۔ وہ اس
 سے بچھا چڑھنے کے کام آ رہی۔
 اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا بات
 کر رہے۔ ”میں اس کے سامنے ذرا تنگ روم میں بیٹھا
 ہوا تھا۔ دونوں چپ چاپ کھم۔
 ”تو جانتی تھی بڑی نہیں ہے کہ کوئی کسی سے
 چھپ جائے۔ تو اس کی کھنکھانا نہیں ہو جائے۔“

یاس کا کسی سے سامنا ہی نہ ہو۔“
 ”میں نے ایک نظر ڈال کر یہی دل ذرا دل میں
 سوچتی چلی گئی تھی۔“
 ”ہمارے“ اسے ہمارے کبھی دشمن نہیں
 ہوتے۔ لیکن ہر عمل کا کوئی نہ کوئی رد عمل ہوتا ہے۔ کیا
 جان کا یہ شدید رد عمل تھا..... ان کی جگہ پر خود کو رکھ کر
 سوچیں تو شاید وہ اسے ظالم نہ لیں۔“ ”میں یوں
 بلا تا قدرے مضطرب انداز میں کہہ رہا تھا۔ وہ بھی کو
 بہت کم دیکھ رہا تھا۔ اس سے نظریں ہلایا تو شہر تھا۔
 ”اور جو شدید رد عمل کا نتیجہ نکلتا ہے، کیا اس کو
 بغاوت کا نام دوں گے؟“ یہی نے طنز نہیں کیا تھا۔ اس
 سوچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ ”میں یہاں پر موجود
 کیوں ہے۔“
 ”میں شاید احتیاطی تدابیر..... یا بچاؤ کی
 سبیل، جو چچی نے اختیار کی تھی۔“
 ”میں نے اس کا نام لینے سے گریز کیا تھا۔
 یہی کو محسوس ہوا۔
 ”میں یہاں کا ایڈریس کس نے دیا میں؟“
 وہ بالآخر یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔
 ”مجھے شائد نے اور شائد کو.....“
 ”اچانک خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی زبان سے نہ خطر کا
 نام آ رہا تھا نہ اس کے منہ سے ”تمہارا شوہر“ نکل
 سکتا تھا۔
 ”اوہ!“ یہی اس کے احوال سے جملے کا پورا
 مطلب سمجھ گئی تھی۔
 ”اور میں کیوں لگا کہ میں تمہارا استقبال
 کروں گی۔ ہمارے تعلقات شاید بہت دوستانہ رہ
 چکے ہیں۔“ یہی نے خود ہی سوال کیا اور خود کو ہی
 جواب دے دیا تھا۔ مگر ”میں کو یہ نظر محسوس ہوا۔ اس
 نے سر اٹھایا تھا۔
 ”اور تم مجھے ہمدردی میں آگاہ کرنے چلے
 آئے ہو گے کہ میرا باپ میرے ساتھ اب کیا کرنے
 والا ہے۔“
 ”میں.....“ اس نے نفی کر دی۔ ”مگر ایسی

بات ہوتی تو میری جگہ آج وہ یہاں موجود ہوتے۔“
 ”اتوار موجود ہونا کافی نہیں ہے؟“ یہی کی
 جواب دہی کا بول
 ”کہہ رہا تھا۔
 ”میں نے نہیں بتایا اور اگر وہ یہاں پر موجود
 ہوتے تو میں نے اسے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔
 ”یہی نے اسے حیرت سے دیکھا۔
 ”وہ میرے جھک کر
 ہلے۔ یہی مجھے حیرت ہے۔“ وہ سر جھٹک کر
 ”ہاں۔“ اسے اس شخص کی بات پر یقین نہیں
 اتھار رہی تھی۔
 ”میں نے نہیں کہا ہے کہ جو ہوتا تھا وہ
 ہو چکا ہے اور جو ہو چکا ہے وہ بھی پہلے جیسا نہیں
 ہو سکتا۔ میں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔“
 ”میں کی سچیدہ بات نے یہی کو اسے دیکھنے پر
 مجبور کر رہا تھا۔
 ”کیا وعدہ؟“
 ”وہ مجھیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ میں
 نہیں چاہتا میرے خاندان کا مزید تڑپا جائے۔“
 ”پہلے وہ ارادہ رکھتے تھے؟“ یہی کا دل دکھا۔
 ”ہوں۔ ان کے عزائم خطرناک تھے۔“
 ”میں نے کبھی شہید ہے۔ تمہارے لیے کچھ پینے کو
 لائی ہوں۔“ ”کافی“ بعد دل ہی دل میں دہرائی رہنے
 کے بعد اسے خیال آیا تھا۔ اتنی دیر سے ”میں خاموش
 رہا بیٹا زمین کو گھورتا رہا تھا۔
 ”میں.....“ اس نے بے ساختہ روکا۔
 ”میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا تھا۔ مجھے اب چلنا
 چاہیے۔ میری آمد بری لگی ہو تو معذرت.....“ وہ
 گتے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
 جب اس نے دو قدم بڑھائے تو جب یہی نے
 پارا تھا۔
 ”میں! تم یہاں کیوں آئے تھے؟“
 ”اپنی خواہش سے نہیں آیا۔“ یہی بار ایک
 بکھری منکراہٹ اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔ اس
 کے دل کی کیا کیفیت ہو رہی تھی یہی نہیں جان سکتی

تھی۔ اس کی کیفیت کوئی دوسرا نہیں جان سکتا تھا۔
 سامنے کوڑی لڑکی اس کی بچپن کی منگ تھی، جواب
 کسی اور کی بیوی تھی۔
 اس کا دل چاہا وہ پلٹ جائے۔ یہی کو وہاں
 کے خاندان میں نہیں آنا چاہا۔ اور وہ ایک بل میں نکل
 جاتا اگر یہی اس کو نہ یاد کرتی۔ اس کی یاد میں کی
 کیفیت پر کالج کا شوگر کی۔ وہ یہاں کس مقصد سے
 آیا تھا؟
 ”تو پھر کیوں آئے؟“
 ”اس رد عمل کے جواب کا نتیجہ تانے..... جو
 ایک وقت دو دو نکلے تھے۔ میں صرف اپنا چاہا ہے، یا
 دوسرا بھی؟“
 ایک سیکڑ لگا تھا اس یہ بات کہنے میں۔
 اس سیکڑ میں اس نے اپنے مقصد کو چھپایا تھا۔
 ”دوسرا..... میں بھی نہیں؟“ اس کا اندازہ
 ٹھیک لگا تھا۔ یہی اس بات سے آگاہ نہیں تھی، اسے
 لگا تھا یہ بات ہی اثر انداز نہ تھی۔ مگر اب تو یہاں بھی
 کاری ثابت ہونے چاہی تھی۔
 ”ٹائی۔“ ”تس کے بجے میں انہوں محل
 گیا۔“ اس کے لیے تہاڑے پاس آیا تھا۔ وہ اپنے
 شوہر کو ملنے کے اسی شہر میں ہے۔ ہاسٹل میں
 داخل..... ”میں نے اس کا نام بتایا۔
 ”ٹائی۔ شوہر.....“ ”یہی کے دماغ نے اس
 کی بات جذب نہیں تھی۔“ ”کیا ابھانے والی بات
 کر رہے ہو تم؟“
 ”ٹائی کا نکاح ہو گیا تھا اس صبح جس صبح تم اس
 گھر میں نہیں تھیں۔ نکاح نہیں رکھا تھا۔ انسان بدل
 گیا تھا۔ تم نہیں تھیں، ٹائی کا کمر لگتا ہے۔“
 وہ خاموش ہو گیا تھا خاموش ہو کر یہی کی
 صورت دیکھنے لگا۔ وہ ایک تک اس کو دیکھتی جا رہی
 تھی۔ آنکھیں چھوٹی کر کے۔ بھر وہ فہمی۔ چہرہ
 اوپر اٹھا کر وہ کھٹکھٹا کر ہستی چلی گئی تھی۔
 ”تم.....“ ”وہ اس لینے پر لوٹ پوٹ
 ہو رہی تھی۔“ ”تم اس مقصد سے یہاں آئے تھے؟“

انہی اٹھ کر گھمائی، معین ضبط سے یہ ہنسی برداشت کر رہا تھا۔
 ”ہاں بد قسمتی ہے۔۔۔۔ اس سے شاید ملنا چاہو۔“

”تمہیں سچ میں لگتا ہے میں تمہاری بات کا یقین کر لوں گی؟ کیا کہانی نکالی ہے تم نے مصیبت شامیں..... اپنے خاندان میں صرف میں اس کی کہانی کا رہیں ہوں۔ تم بھی خامسا تاہم بھٹکتے ہو۔“ وہ سیدھا سیدھا اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔ پھر ایک منٹ بعد اس پر ہی کا دودھ بڑ گیا۔

”مجھے تم سے یہی امید تھی۔ میں چلتا ہوں۔“ وہ مزید کوئی بات نہ کہنے لگی۔

”مجھے معلوم تھا کہ میں یقین نہیں کر دی، پھر بھی جاننے کے لئے.....“

”جیسا کہ میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس شخص کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے خیالات کو دہرا رہا ہے۔“

اس کا فشار خون بلند ہو رہا تھا۔ وہ انتہائی طیش
 میں کہہ کر نظروں کا زلزلہ یہ بدل کر کھڑی ہو گئی..... اب
 جا سکتا ہے۔ جانے والے نے اثبات میں
 دیا۔

ہمیں یقین دلانے دوبارہ نہیں آؤں گا۔
 ہمیں صرف ایک ہی انسان پر یقین کرنا چاہیے۔
 کرنا چاہو تو کر لیں۔ اپنے ضمیر سے پوچھ لو، وہ
 سب بارے میں انتخاب فرمیں ہوگا۔

یوں مکمل دل کے ساتھ لفظ شوہر ادا کرتے ہوئے
کرب کا محسوس ممکن نہ تھا۔ لیکن اس کا زہر کسی
کے اندر چھلنے لگا والا تھا۔
ممکن جانے کا تھا۔

یہی کشتی دیر میں نہ کر خود پر قابو پاتی رہی اس لئے کہ
اس کا ملٹ پریشانی ہونہا ہے۔۔۔۔۔ پھر اسے اپنا چہرہ
چٹا محسوس ہونا شروع ہوا۔ مچھن کے جانے کے فوراً
دیر بعد مچھن کی باتوں کا اثر شروع ہو گیا تھا۔
"بھری بہن کے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ
بے خیالی میں بڑبڑاتی تھی۔ اور اپنی خود گھائی سے
چونک کر۔

یہ کیسی بھیاںک بنے جیسا تھا۔ اس کا دل
 رز نے لگا تھا۔ اسے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ
 کرم الہی کون تھا اور یہ کیسے ہو گیا تھا۔ وہ اپنے باپ
 سے کوئی ناچھی امید رکھ کر تھی؟ اس نے محسوس کیا کہ
 اس کے گال بھیک رہے ہیں۔ اس نے ہاتھ چھیر کر
 گالوں پر پانی محسوس کیا۔
 ”میں کیوں رو رہی ہوں۔ وہ محبوبہ ہوں
 ”باتھا۔“

وہ جسے اپنی ہی حالت سے خائف ہو گئی تھی۔
 وہ مجھے ہے آسو جھلے۔ وہ کسی کہ باتوں میں آ رہی تھی۔
 لیکن وہ کسی باتوں میں نہیں آ رہی تھی۔ اس کا دل وہ
 کی لیٹ میں آ رہا تھا۔ بہت کوشش کے باوجود جب
 وہ مضامین کر سکی تو کچھ پکارتے جسم کے ساتھ آ گئی۔ اس
 ایک ایک اعضا چلا کر کہہ رہا تھا کہ مضمین بچ بول
 کر رہا ہے۔ اس کے لیے میں جھوٹ نہیں تھا۔

موناہل کے بہن پریش کرتے ہوئے اس کے
 قہوں میں رشتہ اتر آیا تھا۔ اس نے اپنی آواز پر قابو
 نہ لے کر کوشش کی، اس نے سوچا نہیں تھا خطر کے
 تھے ہی اسے خطر کی بات نہ تھی۔ وہ
 سو سو گھنٹے میں اس کے پیچھے جھپٹی آئی تھی۔ اس کا ہر
 سو سو گھنٹے کے لیے موجود ہو جاتا تھا اور آج وہ
 کے اس پاس نہیں تھا۔

اس کے موبائل میں موجود "My Love"
 ٹیون اسے سنائی دے رہی تھی۔ تیل جاری
 اور یہی کہیں دھن تھکی جاری تھی۔
 "ہیلو!" خضر کی معروف آواز سنائی دی۔ یہی
 ان میں جان آگئی۔

[illegible][illegible]

”خاموشی ہو جاؤ! سب سے پہلے ایک گہری سانس لو! میں ایشیائی کرناٹوں جیسی ہوں۔“ وہ حلق پھاڑ کر ہنسی۔ اس کے ہاتھوں نے گلے میں خراشیں پڑ گئیں۔ مختصر فوری طور پر کچھ بوتلے کے قابل نہیں تھا۔

”کچھ روز پہلے.....“ اس نے دھیرے
 سے اتراف کیا تھا۔ لیکن غصے نے کچھ سنا ہی نہیں۔
 ”بھری مضمون سی بہن، جس نے زندگی کو برتا
 کی نہیں سیکھا وہ میرے اٹھائے قدم کی سرچسکت
 کی ہے۔۔۔۔۔ اس انسان کے ساتھ اسے باندھ دیا
 اس نے مجھے بھلا گیا تھا۔“

آنسو اس کے چہرے پر سسلے وار بہہ رہے تھے۔
 حضرت بہت کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس کی کوئی بات
 نہ کرے مگر اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔

”میں بڑی تھی، میں بھگت سکتی تھی۔ وہ اتنی چھوٹی سی بچی..... میری ٹانیہ..... وہ درود کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔“ درود کی شدت سے اس کی آواز چھٹ رہی تھی۔ اس کی باتیں خطر کا دل چیر رہی تھیں۔ ٹانیہ کی وجہ سے دو کئی راتیں سو نہیں پاتا تھا۔ اور اس عذاب سے اب بھی نہ ہونے والی تھی۔

”کیا خدا کے لیے چھپ ہو جاوے گا۔ میں نے
اسی وجہ سے تمہیں نہیں بتایا۔ میں آتا ہوں اور دل کر
کوئی راستہ نکالتے ہیں۔ پلیر اتنی تکلیف دہ
خود کو۔“ خنزیر کی آواز میں شدید بے چارگی تھی۔ وہ
خود کو گھس کا پیچھی محسوس کر رہا تھا۔ جو قید سہو کر اس
کے لیے کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

”میری بہن رتی رہی۔ میں اور تمہارے ساتھ
میں جس کرزنگی کی شروعات کر رہی تھی۔“

”یہی.....“ خضر کا دماغ ہلک کر کے اڑا۔
 ”تم نے کہا تھا تم ہر بات بتاؤ گے مجھے..... مگر
 تم نے اتنی اہم بات چھپائی۔ صرف اس لیے کہ وہ
 میری۔ لیکن بھی خضر.....“

”میرے خلوں پر شک کریں ہو۔“ خطر کی آواز دیکھ کر چلے گئے۔

”میری مٹھی ہے چاہ مجھے سمجھیں بتا دینا چاہیے
تھا۔ ہمت نہیں ہوئی میری۔“

”مجم مجھے اس سے ملانے لے جا سکتے تھے۔ مگر تم نے صرف اپنے سکون کا سوچا۔ تمہیں اپنی زندگی میں ایک دھچی چہرہ نہیں چاہیے تھا۔“ وہ پھر سے بلبل گریان ہو رہی تھی۔ دکھ بہت بڑا تھا، وہ جتنا بھی پریل جی بکا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ پھر سے صفر ہو کر رہی تھی..... پھر سے بے وقعت۔

”قارہ گاؤں میں! مجھے جب پتا چلا میں وہاں
لیا تھا اسے دیکھنے لیکن۔۔۔۔۔“

”لیکن تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ مجھے کسی سرے سے پتا کیوں چل رہا ہے۔“

وہ پھر سے بچ اُگھی گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر
 نہ لگی گئی۔ وہ اسے ٹوٹنے سے بچانا چاہتا تھا۔

چاہتی تھی۔
 "میں چاہیے کے ساتھ ہاسٹل ہوں۔ وہ اسکی
 ہے، اسے میری ضرورت نہیں مگر میں اسے تنہا نہیں
 چھوڑ سکتا۔"

"شریز تم۔" شاید کوچپ لگ گئی تھی۔
 اس کے وہم و گمان میں نہیں تھا۔
 "میں اصرار کوہتا ہوں تمہیں ڈراپ کر دے گا۔"

"اور بابائے تمہارا پوچھا تو؟"
 "کہنا میں تاجر کے ساتھ ہی گاؤں واپس
 آؤں گا۔ اب تک انہیں یہ حقیقت قبول کر لینی
 چاہیے۔"

شریز نے بات ختم کر کے کال کاٹ دی تھی۔
 شاید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے اس لڑکے
 کا۔ اسے اب تک سمجھ میں نہیں آیا کہ ان کا ساتھ
 ممکن نہیں تھا۔ قدرے ہی نہیں لگتا تھا۔ شریز کچھ
 بھی کر لے وہ لوگ کسی صورت نہیں مانیں گے۔
 کیونکہ وہ شاید کا تصور بخوبی جانتے تھے۔

سوچے سوچے شاید نے سر ہونکا تھا۔ خبر
 فی الحال وہ اپنا سوچے گی۔ خطر کو کسی کی عادت ہوئی
 تھی۔ اب یہ عادت چھوٹ جائے گی۔ اسے بہت
 جلد شاید ضرورت پڑ جائے گی۔ کیونکہ بالآخر یہ یونہی
 ہونا تھا۔ ضروری تو نہیں ہے نا جو انجام خوب
 صورت لگ رہا ہو ہمیشہ وہی ہی ہو۔
 شاید دل ہی دل میں سکرانے جاری تھی۔

☆☆☆

وہی مثل بہشت..... اور مثل بہشت کے
 نظارے..... بھاتے دوڑتے منظر تھے۔ بہتی ندیوں
 کا شور تھا۔ جنہاں ہر اسکوٹ تھا۔ ویسے ہی درود پوار،
 درخت چنچر پرند..... لوگ جاگ بڑھیں مکان۔ سب
 کچھ وہاں ہی تھا جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ صرف وہی تھی
 چوٹا بیل کر آئی تھی۔ بہت کچھ بچے چھوڑ کر آئی
 تھی۔ بہت کچھ بچے بے کرا آئی تھی۔

اس کے لپاکے جسم میں پارہ دوڑ رہا تھا۔ وہ
 اسے کچھتے ہوئے اندلے لائے تھے۔ یہی کوٹھو کر گئی تو وہ

لن کے قدموں میں گر گئی..... انہوں نے دیکھا کہ
 کھینچتے ہوئے کچن کے وسط میں لپکے تھے۔ سب
 سے پہلے اس پر تاجور کی نگاہ پڑی تھی۔ تاجور کی
 نگاہ..... جو پہلی تو ہاتھ میں پکڑا رہا تھا اور گریا تھا اور گریا
 دور تک لڑھکتا چلا گیا تھا۔ یہی کو اپنے سامنے پار
 چھتے تاجور کو سناپ سونچ گیا۔

انہیں لگا جیسے ابھی تصور پھونکا جائے گا اور وہ
 کھڑے کھڑے تباہ ہو جائیں گی۔ حاکم نے لن کا
 بازو حقارت سے جھٹکا اور ایک جتنا ہی نگاہ تاجور پر
 ڈالی۔

فاتحانہ نگاہ، پھولتے پھٹکتے ننھے..... پکپکاتے
 دانت، کیسے کیسے ناشریت تھے جس نے تاجور کی
 صورت سیاہ مارا کھردری تھی۔

"بھئی....." ایک سانس کے ساتھ اس کے منہ
 سے نکل گیا تھا۔ یہی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس نے ایک
 ترستی نگاہ ماں پر ڈالی تھی..... اس نگاہ میں کیا کچھ نہیں
 تھا تاجور کے لیے..... تاجور کے قدم جیسے زمین بکڑ
 چکے تھے۔ مگر سبکی کے قدم آزاد تھے۔ وہ بھاگ کر
 تاجور کے پاس گئی تھی اور جھپٹ کر گلے لگا گیا تھا۔

"میری ماں..... میری پیاری ماں!" وہ انہیں
 اپنے اختیار چومتی چلی گئی تھی۔ وہ بہ صورت دیکھے بغیر
 کتنا عرصہ کہہ کر آ رہی تھی۔ ماں میں جن سے دل
 خنجرے ہوتے ہیں اور انہیں سکون پاتی ہیں۔

وہ ان کے بغیر یہ دن کا کتنی آئی گئی۔ یہی بار بار
 گلے لگاتی تھی اور ان کے گال چومتی گئی۔ اس کا دل
 نہیں بھربھرا تھا۔ ایسے میں صبا نے ایک زوردار تالی
 بجاتی تھی۔ اس منظر میں موجود لوگوں میں سے سب
 سے پہلے اسی کو ہوش آیا تھا۔

"واہ بھئی! مہین کو بلاؤ، کوئی پھولوں کے پار
 نہیں لے کر آیا کیا....." یہی واپس آئی ہے۔
 ایک قہقہہ مار کر ہنسی چلی گئی تھی۔ مہین انہر
 آتے ہوئے دروازہ بند کر رہا تھا۔ صبا نے اسے ہی
 پکار لیا۔

"تم نے کہہ رہی ہوں مہین، جیہیں کب عقل

لگے گی۔ دیکھا نہیں کتنا بڑا کارنامہ سر انجام دے کر
 آئی ہے۔ سر پر بڑا سا تاج پہن کر..... بغیر پھولوں
 کے تو یہ تعالیٰ ہی پیکا کر دیا۔"

اس کی جگہ سے چلتییں نگاہیں یہی پر جمی تھیں۔
 اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا دلچسپ
 ہوا تھا۔ وہ دیکھنے والی ہے۔ یہی واپس آئی
 ہاتھ اشارہ کرتے ہوئے پیش کرنے والا تھا۔ روز روز نیا
 کچھ دیکھنے کو مل کرے گا۔

"بھئی! تم کیوں آئی ہو واپس؟ کہا تھا میں
 نے تمہیں۔" تاجور کے چہرے پر مردولی سی چھانے
 گئی تھی۔ ایک ماں کے سامنے جیسے اس کی اولاد کی
 گردن پر چاقو رکھ دیا گیا ہو۔ تکلیف کے شدید آثار
 وہاں ابھر رہے تھے۔

"یہاں انسان نہیں بستے، تمہارے لیے یہاں
 کچھ نہیں ہے۔ تم کیا سوچ کر یہاں....."

"میرے اپنے یہاں ہیں۔ میں ان کے بغیر
 کیسے رہ سکتی تھی؟" بھئی نے پہلی بار کوئی بات کی تھی۔
 تاجور کی آنکھوں سے شدید ناراضی جھلکتی تھی۔

"تمہیں تو یہی لگا تھا کہ تم اسے میری نظروں
 سے ہٹ کے لیے دور کر چکی ہو۔" اب ان پر نظریں
 جمائے ہوئے تھے۔ ان کے انداز میں کہہ رہے تھے۔
 "مگر تم بھول گئیں کہ تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اب
 تاجور اب کیا کر دگی۔ کہاں بھاگے گی اسے..... کیسے
 بچاؤ گی مجھ سے؟"

"اولاد مقابلہ کرنے کے لیے نہیں ہوتی حاکم
 میں نے صرف اپنی اولاد کے لیے کیا جو کیا۔ اس
 میں تمہیں شکست دینے یا تمہارا خلاف جانے والی
 کوئی بات نہیں تھی۔"

وہ یہی کے آگے آئی تھیں۔ ایک بار پھر بھئی کی
 ڈھال..... ایک بار پھر بھجیوں جیسے وہ ابھی ہاتھ جوڑ
 دیں گی۔

"اناں! آپ کچھ مت کہیں۔ مجھے لپا سے
 بات کرتے دیں۔" یہی نے تاجور کے کندھے پر
 ہاتھ رکھا تھا۔ حاکم کا سر گھوما۔

"اپنی زبان سے مجھے اپنا کرنے کی جرأت بھی
 مت کرنا....." لپکا بے جا اور سرکش اولاد سے میر
 آؤں کی تعلق نہیں ہے۔" ان کی دھماڑ میں ایسی حقارت
 ایسی حقارت تھی کہ یہی جیسے بلی پڑ گئی تھی۔ جو وقت
 چاہتا تھا اس نے اپنا کوزم نہیں کیا تھا۔ بلکہ دل اور ہجر
 کر دیا تھا۔ حقارت کی انتہا ہو گئی تھی۔

"ابا!" یہی کے چہرے پر کرب کی
 پر چھائیاں لہرا رہی تھیں۔ کیا اپنی اولاد کے لیے ذرا
 سار تم بھی دل میں بددلی نہیں ہو سکتا؟
 "آپ نے کوئی تعلق بچایا بھی نہیں ہے، غلطی
 میری تھی آپ نے چاہیے کے ساتھ کیوں کیا ایسا.....
 اس کا کیا تصور تھا۔ اب آپ اسے تو بے رحم نہیں تھے۔
 کم از کم اپنی اولاد کے لیے....."

اس کا لہجہ دکھ کی مختلف کیفیات میں کروٹ
 بدل رہا تھا۔ تاجور کے دل میں جیسے آگ لگ گئی۔ یہی کو
 معلوم پڑ گیا تھا۔

"خاموش۔" حاکم نے ابھی الفاظ کرانت پیٹے
 ہوئے اس پر جیسے کی کوشش کی تھی۔ یہی کہ ہم کرود دم
 پیچھے ہو گئی۔ حاکم نے بمشکل زمین پر ٹھوکر ماری تھی۔
 مجھے اگر معلوم ہوتا کہ تم لوگ میری عزت کی
 دھجیاں سکھیرے والی ہو..... میں پیدا ہوتے ہی تم
 لوگوں کو کوڑے دان میں پھینک دیتا۔"

اور اس کا دل شق ہوا۔ حاکم کا انگڑا ہراس کے
 اندر اتر گیا تھا۔ حاکم نے پیچھے کھڑے صدام کو اشارہ
 کیا۔ وہ آگے بڑھا اور یہی کی نگاہ میں ہاتھ ڈالا۔

"اب میں دیکھتا ہوں۔ تمہیں یہاں ہے کون
 نکالے گا۔ تم نے لوگوں کو مجھ پر ہٹنے کا موقع دیا۔
 میں انہیں تم پر ترس کھانے کی دعوت دوں گا۔ تمہاری
 سزا بہ صبرت پڑنے کی۔"

حاکم کا لہجہ انتہائی سرد تھا۔ تاثرات
 پھریلے..... صدام یہی کو کھینچا ہوا لے کر جا رہا تھا۔
 تاجور نے یہی کو پکڑنے کی کوشش کی۔ اس کی چیخ
 دیکار محن میں گونجنے لگی..... صبا کے چہرے پر ہرجوش
 تاثرات تھے۔ حاکم نے تاجور کو کھینچ کر دیوار سے

021-32216361 37